اصل تصنیف شاہ ولی اللہؒ
ترجمہ مولانا عبیداللہ سندھیؒ

ترجمۂ
خیر کثیر
چھٹا خزانہ
ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے کمالات میں

جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثت سے پہلے ایک حکیم تھے، معصوم تھے، قطب باطنی تھے۔ حکمت سے ہماری مراد وہ علم ہے جس کی طرف وہ تجلّی ذاتی پہنچا دیتی ہے جو فرع ہے جنابت مطلقہ نہ ہونے کی نہ عین میں اور نہ شخص میں۔ (دونوں جگہ جنابت منتفی ہے) وہ علم جس کی طرف یہ تجلی ذاتی پہنچاتی ہے، اس سے مراد ہے اشراف علی حقائق المعلومات ودقائق العملیات (معلومات کے حقائق اور عملیات کے دقائق کنہ معاد وغیرہ پر اطلاع پانا) وہ علوم ہیں جو قرآن عظیم بتلاتا ہے۔ اور اس کو مراد رکھا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس قول میں اُوْتِیْتُ الْقُرْاٰنَ وَمِثْلَہٗ مَعَہٗ اور اسی کی طرف اشارہ ہے کلامِ الٰہی میں وَیُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ۔ اور عصمت سے ہماری مُراد ہے وہ چیز جہاں یہ تجلّی پہنچاتی ہے رذائل کی نفی اور حمائد کا اثبات خلقی طور پر اور عملی طور پر اور (اسی طرح) واجبات اور محرّماتِ قطعیہ تو ضروری ہیں اور ان دونوں کے سوا استحسانی عصمت کا راز وہ ہے جو ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ عینِ ثابتہ کے اجمال کے نیچے جو وجوہ منطوی ہوتی ہیں اعمال اور اخلاق ان کی تماثیل کا نام ہے وہ وجوہ مرجّحات

کی ترجیح سے ظاہر ہوجاتی ہیں۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جس شخص کو خیر تام جلّ شانہٗ کی طرف سے رُتبہ ذاتی کا (بلاواسطہ) قرب حاصل ہو وہ ذات منبع خیرات ہے اور یہ قرب فطری ہے اسماء کے سلسلہ اصول میں اولاً بالذات یہ رتبہ حاصل ہوا اور حقائق امکانیہ ظلالیہ کے سلسلہ میں ثانیاً اور بالعرض اس مرتبہ پر پہنچا تو اس قرب کا مالک شخص اپنی مخلوقات ہونے کی حیثیت سے ہر ایسے فعل اور خلق سے پرہیز کرتا ہے کہ ان میں تراکم عدمات کی وجہ سے شریت پائی جاتی ہو۔

قطبیت باطنہ سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس تجلّی سے جو قُربِ الٰہی حاصل ہوتا ہے اور اسماء اللہ سے بلکہ مرتبہ ذات سے ایک قسم کا لحوق حاصل ہوتا ہے یہی وہ ریاستِ مجردہ ہے جو وجاہت کے نام سے اللہ کے ہاں مسمّٰی ہے اور اس وجاہت کا راز بھی وہی تجلی خاص فطری ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ جب ہم کہتے ہیں فلاں ممکن دوسرے ممکن سے زیادہ شرف رکھتا ہے تو اس کا کوئی معنی نہیں ہے سوا اس کے کہ مرتبہ ذاتیہ سے انجاس کے سلسلہ میں وہ اقرب ہے پہلی اور دوسری حیثیت سے جیساکہ ان دونوں حیثیتوں کو ہم پہلے (عصمت کے بیان میں) مفصل کہہ چکے ہیں۔ اس معنٰی سے شرف بعینہٖ وجاہت کا نام ہے۔

یہ مت سمجھنا کہ یہی تین چیزیں اسی طرح حکماء کی صفت بھی ہیں لیکن یہ بات ہے کہ انبیاء اور حکماء اپنے امتیاز قائم کرنے کے بعد ان امور میں شرکت رکھتے ہیں۔ پھر یہ بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین ثابت بہت وسعت رکھتی تھی اور اس کے لئے جنایت نہیں تھی۔ اس سے ہماری مراد ہے کہ اس نشأت کے لئے کوئی خاص حکم نہیں تھا بلکہ وہ کمزور ضعیف الاصل تھی، اللہ کے حکم کے لئے کامل منقاد تھی۔ اس لئے اللہ سبحانہٗ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عین ثابت میں تجلّی فرمائی جو اتم بھی ہے اور اعظم بھی۔ تو اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے قرب الفرائض کے تینوں شعبے مکمل ہوگئے۔ (جس طرح ابھی ہم نے بیان کیا)

یہ بات بھی یاد رکھو کہ انبیاء اپنی فطرت کی ابتدا میں ہر کمال کو علیٰ سبیل الاجمال جمع کرتے ہیں، پھر ان کے یہ کمالات معدات لاحقہ کے سبب سے مرۃً بعد اُخریٰ بہنے لگتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ سمجھو کہ آپ نے اپنی بدأ فطرت میں تین قربوں کو جمع کر لیا تھا، قرب ذاتی، قرب فرائض اور اقتراب بالملائکہ۔ اور یہ جو ہم کہتے ہیں کہ حکمت نے اس کو اس کام پر ڈالا، یہ ایک قسم کا تسامح ہے اور اس سے ہم ان قربوں کا باطن مراد رکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکمت نے خصوصًا اور ان تینوں کی صورت نے عمومًا اس توجہ پر ڈالا جس سے وسائط طبقۃ بعد طبقۃ سامنے آتے گئے، یہاں تک کہ آخر میں یہ تلقی کی الا الی اللہ المصیر۔ جب کہ وسائط آپ کے لئے ایک دوسرے سے اُلفت پیدا کر چکے اور ہیئتِ اجتماعیہ میں وحدت حاصل کر چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ملائکہ پیغمبروں سے شدت پر پہنچ گیا۔ پہلے عمومی طور پر ملائکہ سے تعلق تھا، اب خصوصی تعلق پیدا ہوگیا (کیوں کہ) ملائکہ فائضات علیہ امکانیہ کے قطب ہیں جیسے انسان فائضات سفلیہ کے لئے اپنے بدن کی اخلاط کی حیثیت سے قطب ہے۔ تو یہ تعلق ملائکہ کے ساتھ وقتاً فوقتاً بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ اس کا نصاب پورا ہوگیا اور ملائکہ مقربین اس کے لئے خوشی سے حرکت میں آگئے۔ کبھی تو وہ اس کے لئے جسدی صورت اختیار کر لیتے ہیں اور کبھی اس کے دل میں پھونک مارتے ہیں، اس طرح لطیفہ روحیہ لطیفہ قلبیہ سے مزاج پیدا کر لیتا ہے اور دونوں ایک دوسرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ حقیقت علیا کے قہر کی شدت ملاء اعلیٰ کے تعلق اور مدد سے ان کے ملنے کا باعث بنتی ہے جو کبھی تو فرشتوں کی رؤیت آنکھوں سے آپ کے لئے ثابت ہوتی ہے اور کبھی رُؤیت حسِ مشترک کے ذریعہ سے ان فطری اور کسبی اسباب کے ذریعہ سے آپ اس کے مستحق بنے کہ جبرئیل علیہ السلام آپ پر نازل ہوں وحی لے کر۔ اس جگہ آپ کے لئے پہلے تین شموس کے مقابلہ میں تین کواکب بھی تمام ہو گئے:۔

ا۔ کوکب الوحی الظاہری، اور اس سے مراد ہے وہ علم جو مَلَک کی وساطت سے کلام

یا نفس کے طور پر آپ کو پہنچایا جاتا تھا۔ اور وحی کا راز ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ نفس اس لئے ہوتا ہے کہ نفوس ایک دوسرے کے لئے بمنزلہ آئینہ کے بن جاتے ہیں۔ تو جو کچھ ایک میں ہوتا ہے دُوسرے میں منطبع ہو جاتا ہے۔

۲۔ کوکب الحفظ، اور اس سے ہماری مراد وہ ہے کہ ملاء اعلیٰ کے تعلق سے رذائل کی نفی اور حمائد کا اثبات حاصل ہوتا ہے۔

کیا نفوس کی شکل اجساد کی شکل نہیں ہے؟ اور کیا ملائکہ علویہ کے اخلاط عناصر سے لطیف تر نہیں ہیں۔ تو ضرور ہے کہ ان کے نفوس حقیقت واجبیہ کی طرف سلسلے کے مراتب میں اقرب ہوں اور عالم کون و فساد کی تخالیط میں عدمات متراکمہ سے ابعد ہوں۔

کیا تو نے اس پر غور کر لیا کہ نفوس مرایا کی صورت میں متمثل ہوتے ہیں؟ پس جان لو کہ ان ملائکہ سے تعلقِ معنوی پیدا کرنا اخلاق خسیسہ اور اعمال دنسیہ سے تجنّب (دُوری) پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدسی وجوہات کو دنسی وجوہ کی تماثیل سے ترجیح دیتا ہے۔

۳۔ کوکب القطبیۃ الارشادیۃ، اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس تعلق سے خلق کی مالکیت باطنہ پیدا ہوتی ہے، اس طرح پر کہ اگر وہ عالم میں پائے جائیں تو سب ان کے نور سے موصوف ہوں گے اگرچہ وہ ان کے ظاہر ہونے کو نہ جانتے ہوں۔ اور اس کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم وجود میں واسطۂ ایجاد بنایا ہے۔ اس[1] لئے ان کے حقائق سبق اور شرف کا تقاضا کرتے تھے اور عالم کو ان کے قبضۂ اقتدار میں رکھا۔ اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ واسطہ ان تجلیات کو بنایا جو ان کے سینوں میں ہیں اور ان کا تعلق ملأ اعلیٰ سے اس صفت کے انعکاس کا فائدہ دیتا ہے اور اس کی اچھی مثال یہی ہو سکتی

---

[1] اصل متن کے لحاظ سے ترجمہ اس طرح ہونا چاہیئے "جب ان کے حقائق سبق اور شرف کا تقاضا کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عالم وجود میں ایجاد کا واسطہ بنایا"۔ غ۔ م۔ ق

ہے کہ جیسے بیع السلم میں ملک ثابت ہوجاتی ہے باوجودیکہ بیع موجود نہیں۔

یہ جان لو کہ یہ تین کواکب ان تین شموس کے تماثیل ہیں اور عالم وسائط میں ان کے تجسدات ہیں۔ معصوم کے لئے ایک صورت جو یہ ہوتی ہے عالم کون میں تمثل اور تجسد کی حیثیت سے، اور وہ مضمحل ہوجاتی ہے حفظ کے ساتھ۔ حکیم کے لئے اس کی طبیعت بشریہ کے حساب سے جو حضرت لاہوت سے بعید ہے ایک حیرت جبلی پیدا ہوتی ہے جو وحی ظاہری سے مضمحل ہوجائے گی اور وجیہ کے لئے بسبب اس کی وجاہت کے ایک قسم کا اندماج ہوتا ہے اجمال کے نیچے جو اس کے کمالات کے ظہور کو منع کرتا ہے اور قطبیت ارشادیہ سے یہ وجاہت مضمحل ہوجاتی ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان تین شموس کے ساتھ یہ تین کواکب بھی ظاہر ہوگئے تو اس وقت دعوتِ حق کا امر نازل ہوا اور وہ نبی بن گئے۔

دعوت کا راز یہ ہے کہ وجاہت اور قطبیت ارشادیہ سے ان کی ریاست معنویہ بہہ نکلتی ہے اور اس کی تعبیر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت ہادی بن گئے۔

آیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ ایسا جواد ہے کہ کسی سائل کے سوال کو رد نہیں کرتا جو استعداد کی زبان سے صادر ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اس وقت کھلے طور پر ہدایت خلق اللہ کا سوال کرتی ہے، اللہ کی خلق جن ہوں، بشر ہوں سب کو۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس وقت اس آدمی کا ارشاد ضروری تھا جو آپ کی طرف کسی طریقہ سے التفات رکھتا ہو، آپ کا دوست ہو مخلص ہو۔ اس پر ایک حصہ زمانہ کا گزر گیا کہ آپ کا تعلق ملائکہ سے روز بروز زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ اور آپ کی فطرت عالیہ وقتاً فوقتاً زیادہ صیقل ہوتی جاتی ہے اور کواکب کے دوائر وسیع ہوتے جاتے ہیں یہاں تک کہ انھوں نے اپنا نصاب پورا کرلیا اور کواکب کی جگہ بدر بن گئے تو اب آپ کو کہا گیا فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ اور کفار کے معارضے اور مجادلے کا حکم دیا گیا۔

اور اس معارضے کا راز یہ ہے کہ ارشاد بذاتہٖ رشد کا طالب ہے اور جو چیز اس کی نقیض ہے اس کو دفع کرنا چاہتا ہے اور عالم علوی میں ایک قدسی امر ہے اس کا مظہر اس عالم میں عداوت ہوسکتا ہے تو وہ امر انبیاء پر افاضہ کیا جاتا ہے ان اقترابات کے واسطے سے جن کا ذکر ہوچکا ہے تو نزول کے بعد اس کی صورت عداوت کی بن جاتی ہے حدیث میں آیا ہے :

سعدٌ غیورٌ وأنا اغیرُ منہُ واللہُ اغیرُ منّی ، ومن غیرتہٖ حرّمَ الفواحشَ ما ظھر منھا وما بطن۔ (سعد غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے اور اس نے اپنی غیرت سے ظاہر اور باطن جملہ برائیوں کو حرام قرار دیا)

اس وقت اپنی قوم کی طرف رسول بن گئے جیسا کہ ہودؑ اور صالحؑ، لوطؑ اور شعیبؑ اپنی اقوام کی طرف مرسل تھے، اس پر بھی زمانہ گزر گیا، پھر یہ جو بُدور تھے شموس بن گئے آپ کے تعلق بالملائکہ کی قوت کی وجہ سے تو یہ شموس ایسے ہوگئے جیسے کہ شموس باطنہ تھے تو آپ کو اس وقت کہا گیا اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقَاتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا الآیۃ اور ہجرت کا حکم دیا گیا جو مباینت کلیہ ہے اور جہاد کا حکم دیا گیا اور اس کا راز ہے دائرہ ارشاد اور شروق کا وسیع ہونا اور اللہ کے غصہ اور غیرت کا عکس۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ خیر محض ہے وہ شرور اور نقصان سے منافات رکھتا ہے اس لئے کہ شرور تو عالم تخلیط[۵۱] کی پیدائش ہیں اور صورت مزاجیہ کے طبعی نقصانات کا نتیجہ ہیں تو جو توجیہ ہم نے تجھے بتائی ہے اس پر یقین کرلو۔ اور اس وقت وہ اولوالعزم بن گئے اور کمال مطلق ان کے لئے پورا ہوگیا۔

پھر یہ بات یاد رکھو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک نئی قسم سے بڑھنے کا موقعہ ہے چونکہ آپ کا سبوغ تام ہے آپ کا یہ بڑھنا جلیل الشان ہے اور بہت باریک

---

۵۱ اور وہ ارادہ کے بعد ہوتا ہے۔ غ۔م۔ق

برہان رکھتا ہے۔

ہماری بات کا خلاصہ اس میں یہ ہے کہ آپ کے سینے سے جو اسم اُبھرا اُس نے جب پوری وسعت حاصل کی اور اس کے ساتھ ہی آپ کی استعداد صیقل ہوچکی تھی فطری اور کسبی اُمور کی استعداد سے تو وہ اسم آپ پر حاکم ہوگیا بغیر کسی شریک کے اور اس نے بہت تسلط پیدا کیا اور وہ ایسا ہی مطلق ہوگیا جیسا کہ اسمائے قدیمہ مطلق ہوتے ہیں۔

اب اس کے بعد جب آپ کے کمالات متفرقہ ایک کمال کی شکل اختیار کر گئے تو وہ اسم اسمائِ قدیمہ مطلقہ کی طرح اپنے لئے وسعت پیدا کرنے لگا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عالمِ تقرر میں اور تحقق کی زمین میں کوئی چھوٹی سی نالی بھی نہ رہی مگر اس میں یہ نورِ مقدس اپنے پورے زور کے ساتھ داخل ہوگیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس موطن میں کوئی کمال اور مقام نہیں رہا مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ناحیہ کے امام ہیں اور اس دیوان کے حاکم اعلیٰ۔ یہ سب کچھ ہوا دوسری دفعہ افاضہ ایجابیہ (ایجادیہ) کی حیثیت سے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام موجودات کی جہات کے جامع ہیں اس کے محاذی جیسے کہ اول عالم اسماء میں انبجاس قدسی کی حیثیت سے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اور اس کی خلقت کے درمیان ترجمان بننے میں اور واسطہ بننے میں تمام موجودات کی جہات کے ظلال ہیں۔

اب تم جان لو کہ جیسے آپ کے تمثل سے پہلے ممتنع تھا کہ اور کوئی حقیقت ظاہر ہو جو آپ کی حقیقت سے اقرب اور ابسغ بن سکے تو اسی طرح موطن وجود حدثی میں تمثل کے بعد ممتنع ہوگیا کہ بلا ترجمانی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی حقیقت حقائق میں سے ذاتی طور پر تلقی کر سکے اور اس نے نبوت کا باب بند کر دیا تو کوئی پرندہ اپنے پر مار کر نہیں اڑ سکا مگر وہ آپ کی تربیت کے جال میں پھنس گیا۔ اور آپ نے اس کو اپنی طرف اس طرح کھینچ لیا جیسا کہ مقناطیس لوہے کو کھینچتا ہے۔ پس جب قدسی اور تمثلی جہتیں اکٹھی جمع ہوگئیں اور ان میں سے کوئی طمس (محو) نہیں ہوئی تو محال ہوگیا کہ آپ کے بعثت تو یہ ہے

کوئی نبی مستقل تلقی لے سکے تو معرفت کے اس طریقہ سے ہم اعلان کرتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوتے تو ان کے لئے سوا آپ کے اتباع کے کوئی راستہ نہ ہوتا۔ اور ہم بلند آواز سے کہتے ہیں کہ اس طرح کا فیض لینا، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ شخص رسول اللہ ؐ میں فنا ہو چکا۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی ہے کہ وہ قیامت کے متصل ہے اور سب انبیاء سے یہ قیامت کی طرف زیادہ قریب ہے اور تمام بلند اخلاق کا متمم ہے اور شرع کے اصول و فروع میں وہ عمیق الماخذ ہے۔ پس یہ اسباب بھی اس کے خاتمیت کی تمہید بنتے ہیں۔ اس کو اچھی طرح جان لو۔

ایک[1] جملہ معترضہ درمیان میں رہ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمثل سے پہلے اگرچہ ممتنع تھا کہ کوئی اور حقیقت ایسی منبجس ہو جو آپ کی حقیقت سے اقرب اور اسبغ ہے لیکن اس نے منع نہیں کیا اور لوگوں کے اتصاف بالنبوۃ کو جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ موطن تلقی میں راسخ قدم رکھتے ہیں اور آپ کی تقلید نہیں کرتے اس لئے کہ حقیقت یہاں پوری متمثل نہیں ہوئی اور منطمس ہو گئی۔ تو یہ فرق ہے قبل وجود کی حالت میں اور بعد وجود کی حالت میں۔ وجود کے بعد کوئی نبی نہیں بن سکا۔ واللہ اعلم

تو یہاں ایک ہی شمس تھا آپ کی بزرگی کے لئے اور اس سے چھ ستارے پیدا ہوئے اول نظر میں ورنہ ہماری بصیرت کی آنکھیں تھک گئی ہیں آپ کے کمالات کی حقیقت معین کرنے میں اور ان کے عدد بتلانے میں۔ آپ نے کمالات کی کثرت کا صراحۃً ذکر کرایا ہے جب فرمایا کہ حوض کوثر کے برتن آسمان کے ستاروں سے زیادہ ہوں گے۔

اور یہ تو معلوم ہے کہ حوض کوثر آپ کے انتہائی کمال کی ایک تمثال ہے۔ ان ستاروں میں سے تین باطنی ہیں گویا کہ وہ پہلے دو اقتراب کے تمثلات ہیں۔ اس کے تین شعبوں میں پہلا التقویٰ ہے خلقی طور پر اور عملی طور پر، یہ ہے عصمت کے مقابلے میں۔ دوسرا ہے اجتہاد

---

[1] ترجمہ میں کچھ تقدیم و تاخیر ہے، اس کا خیال رہے۔

فقہی اور تجربہ کی فراست، یہ ہے حکمت مقابلے میں۔ تیسرے ہیں عنایت جزئیہ، اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی آپ کو جسمانی صورت میں دیکھے تو اس کی نظر تجلی ذاتی تک پہنچ جائے گی۔ یہ قطبیت باطنیہ کے مقابلہ میں ہے۔ اور تین دوسرے ہیں گویا کہ اقتراب ثالث کے تمثلات ہیں تینوں شعبوں میں :-

پہلا ان میں سے مُلک ہے جس کا اشارہ قرآن شریف کی اس آیت میں ہے، اِنَّا فَتَحۡنَا لَكَ فَتۡحًا مُّبِيۡنًا ۙ‏ یہ قطبیتِ ارشادیہ کے مقابلہ میں ہے۔ اور دُوسرا ہے مزاج مدنی کا مجازات اور مخاصمات سے محفوظ رہنا۔ یہ ہے حفظ کے مقابلے میں۔ تیسرا ہے سکینہ وعظیہ فصاحت کے ساتھ، یہ ہے وحی ظاہری کے مقابلے میں۔ پھر یہ سیارے بُدور بنے، اس کے بعد موس ہو گئے۔

پھر جب رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک سے واپس ہوئے تو فرمایا رجعنا من الجهاد الاصغر الى الجهاد الاكبر (ہم چھوٹے جہاد سے لوٹے بڑے جہاد کی طرف) اس سے آپ کی مراد تھی کثرت سے وحدت کی طرف رجوع کرنا۔ اور عالم تمثّل سے عالم تعری کی طرف رجوع کرنا اور تفصیل العلم کی حضرت سے اجمال العلم حضرت کی طرف رجوع کرنا جیسا کہ ہم نے حقیقت ابراہیم میں تفصیل سے کہا ہے۔ اور یہ سب سفروں سے مشکل ہے، اس لئے کہ اس میں آپ کا مبدأ تعین اس سے اونچا ہوجاتا ہے جس موطن میں آپ کی جبلت ہوئی ہے اور اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجمالی اور تفصیلی کمال کو بغل میں لئے رہتے تھے اور اس لئے کمال کی انتہا تک پہنچے اور آپ کو کہا گیا اَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا ۔

اور اس وقت کے قریب کعبہ کا حج کیا اور صراحۃً فرمایا اَلَا اِنَّ اللهَ اتَّخَذَنِیۡ خَلِيۡلًا كَمَا اتَّخَذَ اِبۡرَاهِيۡمَ خَلِيۡلًا اور سورۃ النصر نازل ہوئی۔ یہ ہمارے ذوق کا فیصلہ ہے۔

اور جس شخص نے یہ کہا ہے کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلّت کا منصب ہزار سال کے بعد حاصل کیا بعض اُمّتوں کے توسّط سے"۔ تو اس میں ایک بات تو یہ ہے،

کہ یہ حکم امر نبوت کے مناقض ہے اور دوسرا یہ ہے کہ نصّ صریح کے خلاف ہے[1]۔

ان فطری اور کسبی کمالات کے طور پر آپ سے معجزات صادر ہوئے، ان میں سے ایک حصہ ہے غیب کی خبریں دینا، اور اس کا راز یہ ہے کہ کسی اقتراب سے آدمی کو قرب حاصل ہو تو اس کے لئے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں ایک دروازہ علم فعلی کی طرف اور دوسرا دروازہ علم انفعالی کی طرف۔ جو شخص قرب نوافل حاصل کرتا ہے اس کے لئے تو یہ [illegible]ے اس لئے کھلتے ہیں کہ وہ ذات اللہ میں مضمحل ہو جاتا ہے اور جو شخص قرب الفرائض حاصل کرتا ہے اس کے عین ثابت میں اللہ تعالیٰ تجلی فرماتا ہے، ایسے احکام کے ساتھ جو عین کے مناسب ہوں۔ اور جو شخص قرب الوجود حاصل کرتا ہے تو اس کا وجود چونکہ عین ثابتہ کے حکم کے نیچے مغلوب ہوتا ہے اور وہ اس کی عین ثابتہ "خیر کلہ" ہوتی ہے یعنی اس کی اپنی کوئی حقیقت نہیں ہے مگر (حیثیات میں سے) ایک حیثیت کے ساتھ۔ وہ خیر بحت کی تمثال ہوتی ہے تو ضروری طور پر اولین اور آخرین کا سارا علم حاصل کر لیتا ہے یا البعض۔ اس کے ساتھ یہ بھی معلوم ہے کہ صفائی جو حاصل کر لی جاتی ہے یہ بھی کائنات دنسیہ کے کشف کا باعث بنتی ہے۔

ان معجزات میں سے ایک معجزہ ہے دعاؤں کا قبول ہونا اسرع اوقات میں۔ اور اس کا راز یہ ہے جو ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں کہ افعال اور احوال صحیفوں میں ثابت ہوتے ہیں اور سبوغ کے حساب سے ظاہر ہوتے ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ یہ اکثر واقعات تلاوت اسماء کی تائید سے حاصل ہوتے ہیں اور اسی طرح ان معجزات کا حال

---

[1] یہ امام ربانی کا قول ہے جس پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کیا ہے۔ علامہ استاد مؤلفؒ نے مجھے خیر کثیر کا درس دیتے وقت فرمایا تھا کہ امام ربانی کے کلام کی تاویل ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اجمالاً سب کمالات حاصل تھے، اسی طرح خلّت کا کمال بھی آپ کو حاصل تھا لیکن اس کی تفصیل ہزار سال کے بعد ظاہر ہوئی، جس طرح ہندوستان کی فتح بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال ہے محمود غزنوی کے ہاتھ سے۔ فافہم۔ قاسمی

ہے جو بعد میں ذکر کیے جائیں گے۔

ان معجزات میں سے ایک طعام اور شراب کا زیادہ ہونا ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ ربوبیت جو قرب والے لوگوں کے لئے موعود ہے اس کی تجلی ایجادی کی طرف دروازہ کھل جاتا ہے۔

اور ان معجزات میں سے ایک جمادات اور جانوروں کا بات کرنا ہے اور ان کا تابع ہونا ہے اور اس کا راز یہ ہے کہ ربوبیت کمالیہ کی تجلّی ایجابی کی طرف دروازہ کھل جاتا ہے۔

اور ان معجزات میں سے اعداء کو روکنا اور منکروں کو عذاب دینا ہے، پہلے کا راز توسبوغ کی حمایت اور دوسرے کا راز یہ ہے کہ جس شخص کو قرب حاصل ہوا اس کا معارضہ کرنا ذلّت کا باعث ہے۔

اور وحی کی کئی قسمیں ہیں:۔ ۱۔ ایک ان میں سے وہ ہے جو معراج میں واقع ہوئی، اور یہ معراج حزب الحکمۃ کے نزدیک یقظہ میں ہے مگر بدن عناصر سے نہیں بنا بلکہ کمالات کے جسمانی شکل اختیار کر لی ہے، اور اس کا راز یہ ہے کہ عین ثابتہ تقاضا کرتی ہے تجرّی المعارف کا اقتراب فرائضی اور اقتراب ملکی دونوں میں اور اسی طرح سے حل کیا جائے گا وہ عقدہ ہے جو شرح صدر میں پیش آتا ہے۔

کمالات کیوں جسمانی شکل اختیار کرتے ہیں اس کا راز بہت گہرا ہے، اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ جب بہت سے کمالات مل کر ایک بن جائیں تو اس کو اللہ تعالیٰ کا ایک طرح کا قرب حاصل ہوتا ہے تو اس کے لئے صورتِ حقیقیہ ہر نشأت میں ہوتی ہے کبھی وہ صورتِ جویہ ہوتی ہے، کبھی مثالی اور تجسد شرور کی ایک مثال دجّال کی حدیث میں آئے گی اس کو بھی اسی پر قیاس کر لو۔

۲۔ وحی کی قسموں میں سے ہے "رؤیا" جیسے کفارات اور درجات کی حدیث اور معادیات کی حدیث، اس کا راز وہی ہے جو ہم نے معراج میں بتلایا۔

۳۔ اور اس اقسام وحی میں سے ہے جبرئیل کا ایسا تمثل جس کو لوگ بھی دیکھیں،

جیسے کہ اس حدیث میں ہے جس میں اسلام، ایمان، احسان اور اشراط ساعت کا جبرئیل نے سوال کیا اور اس کا مطلب یہ ہے جو ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ ملائکہ استعدادی موافقت کی وجہ سے مسرور ہوتے ہیں، اس کے بعد کبھی بدن مثالی سے ظاھر ہوتے ہیں۔

۴۔ اور اس وحی کے اقسام میں سے ہے "النفس فی الروع" جیسے حدیث میں آیا ہے الا الدین ۔ اور یعلی بن امیہ کی حدیث، اور ابی سعید کی حدیث اس شخص کے جواب میں جس نے کہا "کیا نیکی سے برائی پیدا ہو سکتی ہے؟"۔

اور کبھی ایسا ہوتا تھا کہ آپ کی حس مغلوب ہو جاتی تھی، یہ اس وقت ہوتا جب اقتراب ملکوتی اور اقتراب فرائضی کی شدت ہوتی ہے اور آپ کا ان دونوں قربوں میں استغراق ہوتا ہے۔

۵۔ اور ان اقسام وحی میں سے اشراف اور کشف ہے جیسے گیہوں بیچنے والے کی حدیث اور ناقہ کی حدیث تبوک میں۔ ہم نے اس کے بیان کی بعض تمہیدیں بیان کردی ہیں۔

۶۔ اور وحی کے اقسام میں سے ہے "الوحی الباطن"۔ اور اس کا دوسرا نام ہے حکمت اور یہ مقتدا اس اسم کا ہے کہ آپ کے قلب سے طلوع کر چکا۔ اور ہم ان دونوں مسئلوں کی تفصیل لکھ چکے ہیں۔

۷۔ اور ان وحی کی قسموں میں سے "القرآن" ہے اور وہ سب سے بڑا اور سب سے اکرم ہے۔ قرآن کا اجمال تیری سمجھ میں نہیں آئے گا جب تک کہ تحقیق کی تمہیدی صورتیں نہ لکھی جائیں:۔

اب غور سے سنو! قرآن کے لئے پانچ نشآت ہیں:۔ ۱۔ نشأتِ قدمیہ، اس میں افاضہ بالفعل ہے۔

۲۔ نشأت الکلام القدیم، اور وہ جزئیات ارادہ سے ہے۔ اور اس سے ہماری مراد افاضہ بالفعل تربیت کمالیہ علمیہ کے سوا اور کچھ نہیں۔

۳۔ النشأۃ المتجددۃ ، یہ الاسم المتجدد[1] کی طرف سے ہے ۔

۴۔ نشأۃ نسمہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ ان میں سے ہر ایک نشأت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال کی وجہ سے اونچا درجہ حاصل کر لیا ہے ۔ پہلی تین نشأت میں تو آپ کے اعتلا کا تمثل ہے اصول علوم کا احاطہ کرنا اور چوتھی نشأت میں اعتلا کا تمثل ہے فصاحت، بلاغت اور اسلوب میں ۔ اور اس سارے معاملہ کا راز یہ ہے کہ ظاہر کے ظہور کا اصلی درجہ یہ ہے کہ اس چیز میں ظاہر ہو جو اس نشأت میں سب سے زیادہ تام ہے ۔

۵۔ نشأت ہے مدرکہ کی ۔ اس کے لئے ایک تو نور ہے اپنی اصل کی طرف سے اور ایک نور ہے سابقین کا اسکو مُلابسہ کرنے کی وجہ سے ۔ پھر نشأت شرعیہ میں وہ مقرر ہو گئی ۔

قرآن کے تمام علوم سات کلی مقاصد میں منحصر ہیں :۔

۱۔ الالٰہیات : ذات اور اسماء ذاتیہ اور اسماء فعلیہ اور اسماء متجددہ کی بحث ۔

۲۔ التکوینیات : اور اس کو آلآیات بھی کہا جاتا ہے ۔ اور اس میں زیادہ عمدہ بحث آسمان زمین کا بننا ، آیات السماء ، آیات الجو ، آیات العناصر ، آیات المعادن ، آیات النبات ، آیات الحیوان ، آیات الانسان اور مقامات انبیاء کے عجائبات کی بحث ہے ۔

۳۔ الوعظ : اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ ظلمانی سمجھ کر مغلوب کر دیا جائے پاکیزہ معارف کے انوار سے ، اور اس کی عمدہ بحثیں یہ ہیں :۔ ترغیب ، ترہیب آخرت اور دنیا کے واقعات سے ، اور ایسے قصے جن کے سننے سے نفس کا غلبہ کم ہو جائے ، اور ایسی مثالیں جن کا اثر نفس میں جلدی پیدا ہو ، اور بُرے کام کو بُرا بتانا اور اچھے کام کو اچھا بتانا اور تسلّی دینا ۔

۴۔ التشریع : اس میں عبادات ، کبائر ، عادات ، اخلاق ، معاملات ، تدبیر المنزل

---

[1] یہ انبیاء کے قلوب میں ہوتا ہے ۔

اور سیاستہ المدنیہ کی بحث ۔

۵ ۔ المعاد : اس میں چار منزلیں ہیں : قبر ، حشر ، یوم الحساب اور جنت و نار ۔

۶ ۔ مجادلۃ الکفار : اور اس میں مسائل ہیں توحید کے عبادۃ" اور معاد کا ثابت کرنا، نبوت کا ثابت کرنا ، اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرنا اولاد سے اور ان کی تحریفات کا ذکر کرنا۔

۷ ۔ القصص : ان میں سے مذکور ہیں انبیاء کے قصّے اور سکندر کا قصّہ ۔ وغیرہ

ان علوم کا راز یہ ہے کہ حکمت وحی بن جاتی ہے اور یہ مجادلہ حقیقت میں وعظ تھا ، اس لئے کہ دونوں کی اصل ایک ہے اور وہ ہے ارشاد ۔ یہ بدل گیا ہے تربیت علیہ کی شکل میں ۔

فن الحروف

حکمت کے فنون میں سے ہے "فن الحروف" اور اس فن سے جو سمجھ میں آتا ہے یہ ہے کہ الٓمّٓ کا معنیٰ ۔ اس کے معنی ایک غیب معین ہو چکا ہے متدنس میں ۔ اس کے اندر اشارہ ہے ان آیات ، عادات ، اعمال اور بدعات الاخلاق کی طرف جن میں کوئی تشریع معین ہو چکی ہے یا کوئی پاک تحقیق نازل ہوئی ۔

الٓرٰ اس کا معنیٰ ہے غیب متعین ہوا تخلیط میں ، اس کا تعین ہے متردد انہ ، پختہ نہیں ۔ اس سے اشارہ ہے ان مقامات انبیاء کی طرف جو یکے بعد دیگرے شرور کا مصادمہ کرتے ہیں ۔ (اسی طرح شرور بتدریج مغلوب ہوتے ہیں)

طٰہٰ اس کا معنیٰ ہے ہر قسم کی پاکی جو نازل ہوتی ہے اس عالم تخلیطی کے غیب میں ، اس سے اشارہ ہے اسماء متجددہ کے احکام کی طرف کہ وہ کیسے نازل ہوئے مدارک انسانیہ میں ۔

طٰسٓمٓ اس کا معنیٰ تنزّہ ہے پورا تنزّہ ، تنزّہی طور پر سریان کر چکا ہے عالم

لہ عنایت الٰہیہ سے ایک چیز کا حظیرۃ القدس میں فیضان ہوا اور وہاں سے زمین کی طرف فیضان ہوا ۔ یہ الف کا ترجمہ ہے قاسمی

تخلیط میں۔ اس سے اشارہ کیا گیا ہے ان اسماء متجددہ کی طرف اور ان احکام کی طرف کہ وہ حق ہیں۔ ان اسماء کے عالم دلسی میں سریان قدسی کے حساب سے اور وہ علوم جن کو فائدہ دیتے ہیں یہ احکام اپنے سریان قدسی میں۔

حٰمٓ اس کا معنیٰ ہے غیب ظاہر ہوا متدنس میں۔ اس سے اشارہ کیا گیا ہے کافروں کے اقوال اور ان کے عقائد کی طرف جو اوپر چڑھتے ہیں موطن وحی کی تحقیق میں، اور وعظ ہے ترہیب، ترغیب، تشنیع اور تنبیہ کا اس حیثیت سے کہ وہ حق ہے نازل ہوا ہے تخلیط میں قمع کرتا ہے اس کا اور توڑتا ہے نظام اس کا۔

عٓسٓقٓ اس کا معنیٰ ہے ظہور شعاع کا جو ساری ہے اس عالم متدنس متحجر میں۔

قٓ اس کا معنیٰ ہے قباحاتِ متحجرہ میں۔ مقابلہ کیا گیا ہے اس کے ساتھ قوتِ قدسیہ کا۔ اس سے اشارہ ہے وعظ اور آیات اور نصائح کی طرف۔

نٓ اس کا معنیٰ ہے نورِ ظلمت میں۔ اس سے کنایہ کیا گیا ہے وعظ کا۔

صٓ ایک مقام قدسی ہے جو اللہ کے قریب ہوا قدسی طور پر اس حیثیت سے کہ وہ عائد ہونے والا ہے طرف اللہ کے۔ اس سے کنایہ کیا گیا ہے مقاماتِ انبیاء کا۔ اور ان علوم کا جو انھیں حاصل ہوتے ہیں ان کی وجاہت کے حساب سے۔

یٰسٓ اس کا معنیٰ ہے ایک چیز متردد ہے ظہور اور خفاء میں، ساری ہے عالم میں۔ اس سے کنایہ کیا گیا ہے اسم متجدد کے احکام اور علوم سے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ "الطاء" ہمارے نزدیک مشابہ ہے الحیوان بشرط لا سے، اور "الحاء" مشابہ ہے بشرط شئ سے اور الف مشابہ ہے لا بشرط شئ سے[1]۔ اور یہ مقطعات اسماء کلیہ ہیں سورتوں کے باعتبار ان کے مضامین کے۔ اور ایسا ہوسکتا ہے کہ دو مفہوم ایک معنی میں متحد ہوں اور ہر ایک اعتبار میں متغایر ہوں جیسے

---

[1] اس لیے وہ جامع ہوگیا۔ قاسمی

انبیاء کے قصے۔ ایک وقت وہ وعظ میں شمار ہوتے ہیں اور دوسرے موقعہ پر ان کے مقامات کو بیان کرتے ہیں اور تیسرے مقام میں اس آیات میں شمار ہوتے ہیں اور اسی طرح معاد وغیرہ کے مسائل ہیں۔

اسم متجدد کا سلیقہ نئے مضامین پیدا کرنے اور ان کے لئے نئے اسالیب تلاش کرنے میں دو مشابہتوں کا مالک ہے، ایک مشابہت تو اتفاقیات کے ساتھ ہے اور یہ قرب الفرائض کے مقامات کی طبعی خصوصیت ہے اور دوسری مشابہت ہے کاتب کے سلیقہ کے ساتھ۔ اس میں پہلے یہ بات معین ہوجاتی ہے کہ ایک رسالہ مدحیہ لکھنا چاہتا ہے، اس کا قافیہ یہ ہوگا اور اس کا اسلوب یہ رہے گا اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ قرآن نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسمیہ مواطن میں اونچی جگہ وطن بنایا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اسالیب سورت میں تین موطن ہیں، پہلا المطلع، اس کے لئے کئی اسالیب ہیں: آیات عظام کے ساتھ قسم کا ذکر کرنا۔ یاد رکھنا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ قسم سے سوا اس کے اور کوئی ارادہ نہیں کرتا کہ جس کی قسم کھائی جائے اس کی عظمتِ شان ظاہر ہو اور مدارک انسانی میں اس کی یاد تازہ رہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ قسم کے لئے کوئی جواب نہ ہو جیسا کہ "ان" متصلہ اور "لَوْ" تمنیہ کے لئے جواب نہیں ہوتا۔ عقدہ کامل ان آیتوں سے ظاہر ہوتا ہے: قولہ تعالیٰ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ الآیۃ وقولہ تعالیٰ وَالْفَجْرِ ۝ وَلَيَالٍ عَشْرٍ ۝ —— وَالصّٰٓفّٰتِ وغیرہا

۲۔ ایسے اوقات کا یاد دلانا جن کے ہول سے قلوب پھٹتے ہیں اور بدن پر بال کھڑے ہوتے ہیں۔ یہ وعظ کے طریقے (انواع) کی ایک براعۃ الاستہلال ہے اس کے لئے دو صیغے ہوتے ہیں، پہلا صیغہ شرطیہ جیسے کہ اس آیت میں ہے اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ۝ اور اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ اس شرط کے لئے ہمارے نزدیک کوئی جزا نہیں ہوتی۔ جیسے کہ قسم کے مسئلے میں (تم نے) سمجھا اور دوسرا جیسے اَلْحَاۤقَّةُ ۝ مَا الْحَاۤقَّةُ ۝ —— اَلْقَارِعَةُ ۝ مَا الْقَارِعَةُ ۔

۳- عنوان جیسے کہ کاتب اپنے رسالے کے شروع میں لکھتا ہے فلاں سے فلاں کی طرف۔ اسی طرح ہے قولہ تعالیٰ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ اور جیسے کہ سجلات کے شروع میں لکھا جاتا ہے، ھٰذا کتاب البیع والشراء اور کتاب النکاح اسی طرح قولہ تعالیٰ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ اس سے ظاہر ہوگیا کہ عنوان کے لئے بھی دو صیغے ہیں۔

۴- ابتدا، حمد کے ساتھ یا تسبیح کے ساتھ یا تبارک کے ساتھ جیسے کہ رسالہ میں لکھا جاتا ہے الحمد للہ۔ الشکر للہ۔

۵- سادہ اسلوب: اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ ۔ سَاَلَ سَآئِلٌ اور یہ بھی ایک طرح کی جدت سے خالی نہیں ہے۔

دُوسرا موطن سورت کا درمیانی حصہ ہے، اس میں تقلّب کی رعایت رکھی گئی ہے اس سے ہمارا مطلب یہ ہے کہ قصے ایک دفعہ ذکر کئے اور دفعہ معاد کو ذکر کیا اور ڈرانے کے لئے عذاب دینے کا ذکر اس کے بعد آیا اور کفار سے مناظرہ اس کے بعد، پھر لوٹے اور اس ترتیب سے پہلے قصص کا ذکر کیا پھر معاد کا پھر تخویف کا پھر مناظرہ کفار کا۔ تو یہ ذہنوں میں زیادہ اثر کرتا ہے اور ملال سے دور ہے اور یہ دوسری مشابہت کے حساب سے ہے، لیکن پہلی مشابہت کے لئے تو یہ ضروری ہے۔

تیسرا موطن ہے مقطع۔ اور اس میں رعایت رکھی گئی ہے انواع نصیحت کی تسلّی دینے کی اور تخویف بالاجمال کی۔ تو یہ بحثیں ہیں علم تفسیر کی۔ ممکن ہے کہ ہم تفسیر[1] کے مباحث استیعاب سے لکھیں اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی۔

عن ابن مسعودؓ قال قال رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم، اُنْزِلَ الْقُرْاٰنُ عَلٰى سَبْعَةِ اَحْرُفٍ لِّكُلِّ اٰيَةٍ مِّنْهَا ظَهْرٌ وَّبَطْنٌ وَّلِكُلِّ حَدٍّ مُّطَّلَعٌ اخرجہ البغوی فی شرح السنۃ۔ ہم یہاں ان احرف کی اور ظہر اور بطن اور حد مطلع کی تفصیل کرنا چاہتے

---

[1] الفوز الکبیر بفضلہٖ تعالیٰ اس فن میں مکمل ہوگئی۔ حاشیۂ اصل

ہیں، پس ہم کہتے ہیں کہ احرف سے مراد تو کلام نفسی کے وہ تمثلات ہیں جن میں مترادف اور متقارب لفظ استعمال کیے گئے ہیں۔ اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ نفس انسان میں بات کرنے سے پہلے ایک تجویز مقرر ہوتی ہے وہ اس کے سارے کلام کا خلاصہ ہوتا ہے جیساکہ مُردوں کی رُوحوں میں پایا جاتا ہے ان میں ایسا نفس باقی رہتا ہے جو اوصاف کے قابل ہو۔ اور تفصیل ان میں مفقود ہوتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کو اہل اشراق بات کرنے سے پہلے جان لیتے ہیں اور یہی وہ کلام نفسی ہے۔ اس کے بعد وحی میں اسم حادث کی طرف سے ایک کلام ہوتا ہے جو اس کلام نفس سے پورا مشابہ ہے تو اس کو بھی کلام نفس کہا جاتا ہے۔

جب امام اہل السنۃ پر یہ اعتراض آیا کہ صفات اللہ تو قدیم ہیں تو پھر کلام کیسے حادث ہوا؟ تو اس نے اپنا پیچھا اس طرح چھڑایا کہ صفت تو قدیم ہے اور اس کا تعلق حادث ہے۔ صفت سے اس کی مراد ہے وہ جو کچھ ازل میں تھا اور حدوث سے اس کی مراد ہے وہ بات جس کو ہم بیان کر رہے ہیں۔ پھر اس صفت کے لیے ایک قسم کی تجلّی ہے۔ عالم خیال میں بصورتِ الفاظ اور ایک قسم کی تجلّی ہے عالم تلفظ میں۔

ہم تمہیں بتا چکے ہیں کہ مختلف عالم ایک دُوسرے کے محاذی واقع ہوئے ہیں (عالم ادراک اس کے محاذی ہے عالم خیال، اس کے محاذی ہے عالم حواس، اس کے محاذی ہے عالم اجسام) اور نفس رحمانی ہر صورت میں ایک ہی باقی ہے۔ اور خصوصیات کی بقایا میں سے بعض چیزیں زائد ہوتی ہیں اور عالم نازل عالم اعلیٰ سے پیدا ہوتا ہے۔ پس جس وقت تجلیات بہت ہوں گی اور لباس کے شعبے نئے پیدا ہوں گے تو ان سب کو الاحرف کہا جائے گا۔

اور ظہر کا لفظ اس معنیٰ میں مستعمل ہے جو کلام سے ظاہر سمجھا جاتا ہے (یعنی ایسی معرفت جو لون حدوث سے متلون ہو) حدوث سے مراد وہی ہے جس کو اسم حادث عطا کرتا ہے۔

اور بطن اس اسم کا باطن ہے عالم غیب قدیم میں اور اس اسم کے عنوان سے جو

تجلیات کی قسم سے پہچانے جاتے ہیں۔

یہ ظُہر اور بُطن کا ترجمہ ہم نے بحسب الوجود کیا ہے اور دلالت کے حساب سے تو لازم کو ظہر کہنا چاہیئے اور ملزوم کو اس کا بطن، اور معلول کو ظہر کہنا چاہیئے اور علت اس کا بطن ہے۔ تو بعض بطون کا احاطہ کرچکا ہے جو ضمنی باتوں میں ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے (اس سے اشارہ ہے خزانہ خامسہ میں یوسفؑ کی دُعا کی تفسیر کی طرف)۔

اور "حد" غموض کی ایک مقدار ہے اور بطون کا ایک درجہ ہے، اس کی سمجھ کی اس شخص کو استعداد ہوتی ہے جو کلام کی شان سمجھنے کی قابلیت رکھتا ہو اور اس استعداد کو "مطلع" کہتے ہیں۔

جان لو کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے شعر اور موسیقی کا سلیقہ تمام انبیاء پر حرام کرایا خصوصًا ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس لئے کہ دونوں حُسن باطنی کے کمالات میں سے نہیں ہیں۔ (اور ان کی نشأت اس وقت ہوتی ہے جب مستقل طور پر نفس کی توجہ ان کی طرف ہو اور آپ نے معلوم کیا ہے کہ انبیاء کی طبیعت میں انسلاخ ہوتا ہے اور وہ عین ثابتہ میں مہلہل ہوتے ہیں[1])

اور علوم حدیث میں سے ہے الٰہیات، علم الاخلاق، علم التکوین، علم الاحکام، علم المعاد، علم القصص جیسے ہم نے پہلے ذکر کیا۔ حدیث کے علوم میں سے ہے علم الدعا اور اس کا مطلب ہے دعا کی تاثیر کو واضح کرنا اور صحف میں اس کے تمثل کا طریقہ بتانا۔ اور علوم حدیث میں سے ہے علم فضائل الاخلاق اور یہ نکلتا ہے صحف میں مطلع ہونے سے اور صحف میں اعمال کے پہلو اور ان کی ہیئتیں ظاہر دیکھنے سے۔

اور علوم حدیث میں سے ہے علم مناقب، اور یہ ظاہر ہوتا ہے اس فراست سے جو جو یہ نکلتی ہے حکمت سے اور علوم حدیث میں سے ہے تفسیر القرآن، اور قرآن سے

---

[1] بین القوسین ترجمہ اصل میں موجود نہیں ہے، یہ اس ناکارہ کی طرف سے ہے۔ قاسمی غفرلہٗ

استنباط کرنا اور یہ سب علموں سے بڑا ہے۔ اور اس کا ایک حصہ ہم آگے بیان کریں گے۔

اللہ نے بعض چیزوں کا مطلق حکم فرمایا ہے جیسے الصلوٰۃ، الزکوٰۃ اور جیسے سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى ۔ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وغیر ذلک۔ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوقاتِ معینہ کا پابند کر دیا ہے، اور اللہ نے امر کیا ہے بہت سے اُمور کا، جیسے قُوْمُوْا ۔ کَبِّرُوْا ۔ اُتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ ۔ وَارْكَعُوْا ۔ وَاسْجُدُوْا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا ہے کہ یہ ارکانِ صلوٰۃ ہیں۔

اور بعض اُمور کی قسم کھائی ہے، جیسے وَالْفَجْرِ ۔ وَالضُّحٰى ۔ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِالشَّفَقِ ۔ وَلَيَالٍ عَشْرٍ تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنباط کیا ہے کہ یہ عبادات کے اوقات ہیں، اس تفصیل کے مطابق جو کتبِ حدیث میں مذکور ہے۔

اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے اپنی تسبیح کہی ہے بعض اوقات میں اور اپنی حمد کہی ہے بعض اوقات میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ تسبیح سے مراد ہے صلوٰۃِ سرّیہ اور حمد سے مراد ہے صلوٰۃِ جہریہ۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استنباط کا ایک طریقہ ہے۔ ہم نے ان تمام احادیث کا تتبّع کیا ہے جو ہم تک پہنچی ہیں کتاب الصلوٰۃ میں تو ہمارے لئے واضح ہو گیا ہے کہ یہ سب احکام مستنبط ہیں کتاب اللہ سے۔ ایک خاص طریقہ کا استنباط ہے جسے حکمی کہتے ہیں، اور امید ہے کہ یہ ساری بحث ایک علٰحدہ رسالہ میں لکھ دیں۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی بعضِ الاعمالِ انّ الملائکۃ یتحیّرون کیف یکتبونھا فیوحی الیھم اللہ عزّ وجلّ اکتبوھا کما قال۔ ہمارے نزدیک ملائکہ کی حیرت کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بات میں حیران ہو جاتے ہیں کہ عمل کی ایسی ہیئت بنائیں جس سے اس کا ثواب واضح ہو جائے۔ اور اللہ کی وحی کا مطلب یہ ہے کہ وہ نفس عمل کو واضح کر دیں۔ اس کے ثواب کی تصویر بنانے کی ضرورت نہیں۔ وہ خود ہی اپنے موقعہ پر پہنچ کر پورا ہو گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علوم کا ایک حصّہ ملا تھا جو قریش میں مستعمل تھے جیسے علم الانساب وغیرہا۔ یہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی تفصیلی شرح۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ انبیاءؑ کے کمالات کو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے ✤